جناب بشپ نے اپنی گفتگو میں صدرِ پاکستان کے جس وعدے کا ذکر کیا ہے (اور جو اُن کے بقول "زبانی طور پر ملک کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پہنچا دیا گیا ہے۔") اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی، مگر اُنہوں نے تین واقعات بیان کر کے بتایا ہے کہ توہینِ رسالت کے مبیّنہ ملزموں کے خلاف پرچہ درج نہیں ہوا۔ کیا یہ سمجھا جائے کہ بعض لوگ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے خلاف دریدہ دہنی کر رہے ہیں، مگر اُن کے خلاف پرچہ درج نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ "عملی طور پر اِس قانون میں ترمیم ہو چکی ہے۔" یا یہ سمجھا جائے کہ کسی فرد کے خلاف توہینِ رسالت کا پرچہ درج ہونے سے پہلے قانون نافذ کرنے والے اداروں کا اطمینان و یقین ضروری ہے۔

جناب بشپ نے گفتگو کے آخر میں اپنا عمومی لہجہ اختیار کیا ہے جو وطنِ عزیز کے لیے کسی لحاظ سے مفید نہیں۔ ہماری رائے میں پاکستان کی اسلامی اساس کو نظر انداز کر کے جو اقدام بھی کیا جائے گا، وہ وطنِ عزیز کے مسائل میں اضافے کا باعث ہو گا۔

"ایک خوش آئند" ارادہ

"پاکستان میں مذہبی اقلیتیں: شناخت کے لیے جدّوجہد" کے موضوع پر کرسچین سٹڈی سنٹر (راولپنڈی) کے زیرِ اہتمام منعقدہ سیمینار کے خاتمے پر جو اعلامیہ جاری کیا گیا، اس میں دوسری باتوں کے ساتھ اِس ارادے کا اظہار کیا گیا ہے کہ "ہم غیر مسلموں کے اُن کارناموں کو دستاویزی شکل میں اکٹھا کریں گے جو اُنہوں نے پاکستان کی تشکیل اور تعمیر و ترقی کے لیے سرانجام دیے ہیں۔" جہاں تک وطنِ عزیز کی تعمیر و ترقی میں غیر مسلم اقلیتوں کے کارناموں کا تعلق ہے، حکومتِ پاکستان کی مطبوعات میں اُنہیں بالعموم تسلیم کیا گیا ہے، البتہ تشکیلِ پاکستان میں غیر مسلموں کے کردار کے بارے میں یہی بات کہی جاتی ہے جو دن سے زیادہ روشن ہے کہ برصغیر کی غالب اکثریت یعنی ہندو آبادی پاکستان کی مخالف تھی اور پنجاب میں سکھ برادری کی قیادت نے انڈین نیشنل کانگرس کا ساتھ دیا تھا۔ مذکورہ سیمینار کے شرکاء یہ تو ثابت کرنے سے رہے کہ ہندوؤں یا سکھوں نے تشکیلِ پاکستان میں حصّہ لیا تھا۔ (یہ واضح نہیں کہ سیمینار کے ۳۵ شرکاء میں مختلف اقلیتی برادریوں کی نمائندگی کی نسبت کیا تھا۔) ہندو اور سکھ برادریوں کے علاوہ وطنِ عزیز کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں میں سرِفہرست مسیحی برادری ہے جس کی قیادت نے ۱۹۴۶-۴۷ء میں ایک دو مواقع کے سوا بالعموم مسلم لیگ کا کبھی ساتھ نہیں دیا تھا۔ اگر اُس کا جھکاؤ غیر ملکی حکمرانوں کی طرف نہیں تھا تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ انڈین نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے متضاد نقطہ ہائے نظر کے بارے میں غیر جانبدار تھی۔ اگر

حصولِ پاکستان میں مسیحی برادری نے واقعتاً کوئی مثبت کردار ادا کیا ہے تو اس سے زیادہ اچھی بات کیا ہو گی کہ دلائل و براہین کے ساتھ اسے بیان کر دیا جائے۔

سیمینار کے مشترکہ حتمی اعلامیے میں "بہائی" برادری کا ذکر ہوا ہے۔ بہائی برادری جس کی آبادی آج بھی چند ہزار سے زیادہ نہیں، ۱۹۴۷ء میں تو ان علاقوں میں (جو آج پاکستان میں شامل ہیں) بہائی آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔ کیلاش برادری کی سیاسی صورت حال قیامِ پاکستان سے پہلے بہائیوں سے زیادہ مختلف نہ تھی۔ رہ گئی قادیانی اقلیت تو جدوجہد آزادی اور تحریکِ پاکستان کے حوالے سے اس کا ایک کردار رہا ہے۔ بانی مذہب مرزا غلام احمد قادیانی کی حرّیت پسندی اُن کے مکتوب "بحضور عالی شان قیصرہ ہند ملکہ معظمہ شہنشاہ ہندوستان و انگلستان ادام اللہ اقبالہا" سے ظاہر ہے۔ جس میں اُنھوں نے "حضور قیصرہ ہند کے عدلِ عام اور رعایا پروری" کے تحت اپنی اور اپنے خاندان کی کارگزاری کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ --- سرکار انگریزی کے بڑے خیر خواہ جاں نثار تھے۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے ایامِ غدر ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے مع سواران بہم پہنچا کر سرکار انگریزی کو بطور مدد دیے تھے، اور وہ بعد اس کے بھی ہمیشہ اس بات کے لیے مستعد رہے کہ اگر پھر بھی کسی وقت ان کی مدد کی ضرورت ہو تو بدل و جان اس گورنمنٹ کو مدد دیں، اور اگر ۱۸۵۷ء کے غدر کا کچھ اور بھی طول ہوتا تو وہ سو سوار تک اور بھی مدد دینے کو طیار تھے۔ غرض اس طرح اُن کی زندگی گزری، اور پھر ان کے انتقال کے بعد یہ عاجز دُنیا کے مشغلوں سے بالکل علیحدہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی، وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلادِ اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ اس لیے ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دُعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اُردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں، یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلادِ شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، اشاعت کر دی گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیالات چھوڑ دیے، جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے اُن کے دلوں میں تھے۔---

مرزا صاحب ملکہ وکٹوریہ کی حکمرانی کے لیے دعائیں کرتے رہے اور توجہاتِ عالیہ کے منتظر

رہے۔ تاہم مرزا صاحب کے دوسرے جانشین مرزا بشیر الدین احمد محمود کی زندگی میں قادیانیوں نے برصغیر کی سیاست میں حصّہ لیا، مگر اپنے مشکوک کردار کے باعث کبھی عوامی تائید حاصل نہ کر سکے۔ ۱۹۳۱ء کی تحریک کشمیر اور "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" میں ان کے مفاد پرستانہ کردار نے بہت سے ایسے لوگوں کی بھی آنکھیں کھول دی تھیں جو اُن کی ظاہری مذہبیت سے دھوکہ کھائے ہوئے تھے اور انہیں مسلمانوں سے الگ غیر مسلم اقلیّت کے طور پر شمار کیے جانے کے مطالبہ پر مجبور ہو گئے تھے۔ علامہ اقبال نے اس دور میں جب قادیانیت کا مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ

"احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدّار ہیں۔" (خط بنام جواہر لال نہرو مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء)

بہر حال قادیانی برادری نے تحریک پاکستان یا اس کے بعد جو کردار ادا کیا، اس پر سر ظفر اللہ خان کی خود نوشت "تحدیث نعمت" اور متعدّد جلدوں میں شائع شدہ "تاریخِ احمدیت" پر کیا اضافہ ممکن ہے؟

مختصر یہ کہ قادیانی اقلیتی برادری نے تحریکِ آزادی کے دوران میں جو کردار ادا کیا یا ہندو، سکھ، بہائی اور کیلاش لوگوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، ان سے اہلِ علم بخوبی آگاہ ہیں، ہماری دلچسپی محض اِس امر سے ہے کہ تحریکِ آزادی میں مسیحی برادری کے کارناموں پر روشنی ڈالی جائے تاکہ جذباتی بیان بازی اور حقائق کے درمیان امتیاز کرنے میں سہولت ہو۔